شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ قسط نمبر ۱۲ ترجمہ مولانا سیف الرحمٰن الفلاح بی۔ اے

شرک کی تمام اقسام کی عام ممانعت

حضرت خضرؑ کی موت پر دلائل

صحیح بات یہی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ چنانچہ محققین اہل علم اسی کے قائل ہیں۔ نیز انھوں نے زمانۂ اسلام نہیں پایا۔ کیونکہ اگر وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مسعود میں زندہ ہوتے تو ان پر واجب تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے اور آپ کے ساتھ جنگ و جدال میں شرکت کرتے جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مسلمانوں پر اللہ نے واجب کیا تھا۔ مزید برآں وہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں ہوتے ان کا صحابہ کرام کے ساتھ مل کر جہاد کرنا اور دینی امور میں ان کی اعانت کرنا زیادہ اہم تھا بہ نسبت اس کے کہ وہ کافر قوم کے پاس جاتے اور ان کی کشتی کو توڑتے۔ نیز امت محمدیہ کے لوگوں سے مخفی نہ رہتے۔ حالانکہ وہ مشرک قوم میں رہتے تھے پھر بھی ان سے مخفی نہیں رہے۔

اس پر مستزاد یہ کہ مسلمانوں کو ان سے اور ان جیسے دیگر لوگوں سے دین و دنیا میں کوئی حاجت نہیں۔ کیونکہ انھوں نے اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دین سیکھا۔ جنھوں نے ان کو کتاب و سنت کی تعلیم دی اور ان کو تبلایا۔

لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا ثُمَّ اتَّبَعْتُمُوْہُ وَتَرَکْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ[1]

آج، اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور تم مجھے چھوڑ کر اس کے پیروکار ہو جاتے تو تم ضلالت کے گڑھے میں جا گرتے۔

جب حضرت عیسیٰؑ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے تو وہ امت محمدیہ میں اللہ کی کتاب

---

[1] مشکوٰۃ جلد ا ص ۳۲ بحوالہ دارمی

اور نبی اکرم علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت کے مطابق فیصلے کریں گے تو ان حالات میں خضرؑ وغیرہ کی طرف رجوع کرنے کی انھیں کیا ضرورت ہے؟ مزید برآں نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی امت کو بتلایا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور امت محمدیہ کے مسلمانوں کے پاس آئیں گے۔ نیز فرمایا وہ امت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے جس کے ابتدا میں میں ہوں اور آخر میں حضرت عیسٰی علیہ السلام ہوں گے؟ جب دونوں نبی جو کریم ہیں جو حضرت ابراہیم، حضرت موسٰیؑ اور حضرت نوحؑ کے ساتھ افضل الرسل ہیں۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اولاد آدم میں سب کے سردار ہیں اپنی امت سے مخفی نہیں رہے نہ عوام سے اور نہ خواص سے تو جو شخص ان کے برابر مرتبہ نہیں رکھتا بلکہ کم درجے کا ہے تو وہ کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔ اگر حضرت خضرؑ زندہ ہیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق ذکر کیوں نہیں کیا اور خلفائے راشدین اور امت کے دیگر لوگوں کو ان کی خبر کیوں نہیں دی۔

قائل کا یہ کہنا کہ وہ اولیاء کے نقیب ہیں۔ تو ہم اس سے یہ سوال کرتے ہیں کہ نقابت کے مرتبہ پر ان کو کس نے مامور کیا؟ حالانکہ اولیاء میں سے سب سے افضل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام تھے مگر ان میں حضرت خضرؑ نہیں تھے۔ عام لوگ ان کے متعلق جو واقعات بیان کرتے ہیں ان میں سے کچھ واقعات قطعاً بے بنیاد اور غلط ہیں اور کچھ واقعات کا دارومدار ایک ظنی بات پر ہے جیسے کسی شخص نے کسی اجنبی آدمی کو دیکھا اور اس کے متعلق یہ رائے قائم کی کہ یہ حضرت خضرؑ ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنی رائے سے یہ کہنا شروع کردیا کہ میں نے حضرت خضرؑ کو دیکھا ہے۔ جیسے رافضی شیعہ جب کسی آدمی کو دیکھتے ہیں تو اسے امام منتظر معصوم تصوّر کرتے ہیں اور اس کا دعویٰ کرتے ہیں۔

امام احمدؒ سے مروی ہے کہ ان کے پاس حضرت خضرؑ کا ذکر کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ جو شخص تجھے ایک غائب انسان کی طرف متوجہ کرتا ہے اس نے تیرے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ یہ (حضرت خضرؑ کے واقعات) ان کی زبانوں پر شیطان لایا ہے۔ ہم نے اس مسئلہ کی کسی دوسرے مقام پر خوب وضاحت کی ہے۔

قائل کا یہ کہنا کہ غوث قطب ایک شخص ہوتا ہے جو اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے افضل ہوتا ہے اور اپنے زمانے میں صرف ایک ہوتا ہے تو یہ ممکن ہے لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ ایک زمانہ میں دو شخص یا تین چار فضیلت میں مساوی ہوں۔ یہ بات پورے وثوق سے

نہیں کہی جا سکتی کہ ہر زمانہ میں تمام لوگوں میں سے ایک ہی آدمی افضل ہو۔ لیبا اوقات ایک جماعت بھی افضل ہو سکتی ہے۔ ان میں بعض کو بعض پر فضیلت ہو سکتی ہے۔ ایک شخص کو کسی سبب سے اور دوسرے کو کسی اور سبب سے۔ یہ اسباب یا متقارب ہوتے ہیں یا مساوی۔

علاوہ ازیں جب کسی زمانہ میں کوئی شخص اہل زمان سے افضل ہو تو اس کا نام جامع قطب غوث رکھنا بدعت ہے۔ اس کے متعلق اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ سلف صالحین اور ائمہ میں سے کسی نے ایسی بات نہیں کی۔ سلف صالحین ہمیشہ بعض لوگوں کے متعلق حسن ظن رکھتے تھے کہ وہ افضل ہے یا اپنے زمانہ کے لوگوں سے افضل ہے تاہم مذکورہ بالا اسماء یعنی غوث قطب کا ان پر اطلاق نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ اللہ نے ان کے متعلق کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ خصوصاً ان لوگوں پر جو اس اسم کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ سب سے پہلے قطب حسن بن علی تھے۔ پھر یونہی سلسلہ چلتا رہا حتیٰ کہ متاخرین مشائخ تک پہنچ گیا۔ مگر یہ بات اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق صحیح ہے نہ رافضیہ کے عقیدہ کے مطابق درست ہے۔ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور مہاجر اور انصار میں سابقون الاولون کہاں تھے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت حضرت حسنؓ ابھی تک سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے۔ خلفائے راشدین اور دیگر معمر مہاجر و انصار کو چھوڑ کر حضرت حسنؓ کے سر پر غوث قطب کا تاج کیسے رکھا گیا؟

اس مذہب کے بعض اکابر شیوخ بیان کرتے ہیں کہ "قطب فرد غوث جامع" ایک ایسی ہستی کا نام ہے جس کا علم اللہ کے علم کے مطابق ہوتا ہے اور جس کی قدرت اللہ کی قدرت کے برابر ہوتی ہے جس بات کا اللہ کو علم ہوتا ہے اسے وہ بھی جانتا ہے اور جس امر پر اللہ تعالیٰ قادر ہوتا ہے اس پر وہ بھی قادر ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا صفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھیں۔ پھر جب آپؐ کی رحلت ہوئی تو اس منصب کو حضرت حسنؓ نے سنبھال لیا۔ پھر یکے بعد دیگرے اکابر شیوخ کی طرف یہ منصب منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ ان کے شیخ کو یہ منصب ملا۔ تو میں نے یہ واضح کر دیا ہے کہ یہ بہت بڑا کفر اور جہالت ہے مذکورہ بالا صفات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں تسلیم کرنا کفر ہے چہ جائیکہ کسی اور شخص کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جائے [1]

[1] مزید تفصیل کے لیے فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۲ ملاحظہ کیجیے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ (الانعام ع۵)

(اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (لوگوں کو) بتا دیجیے کہ میرے پاس اللہ کے خزانے نہیں اور نہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں اور نہ میں یہ دعویٰ کرتا ہوں کہ فرشتہ ہوں۔

نیز ارشاد فرمایا:۔

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ (الاعراف ع۲۳)

آپ بتلا دیجیے کہ میں تو اپنے نفع و نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ یہ اختیارات اللہ کے پاس ہیں۔ اگر مجھے غیب کی باتوں کا علم ہوتا تو میں نفع والی ہر چیز کو جمع کر لیتا اور مجھے کبھی تکلیف نہ آتی۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

یَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا (آل عمران ع۱۶)

وہ (منافق) کہتے ہیں اگر ہم کو کچھ ملنے والا ہوتا (یعنی فتح ہونی ہوتی) تو ہم یہاں کیوں مارے جاتے۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

یَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ۔ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ۔ (آل عمران ع۱۶)

وہ (منافق) کہتے ہیں کیا ہمیں کچھ ملنا ہے۔ (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجیے سب کام اللہ کے اختیار میں ہے (وہی جانتا ہے کہ تمھیں کچھ ملنا ہے یا نہیں)

نیز اللہ عزوجل کا فرمان ہے:۔

لِیَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ یَكْبِتَهُمْ فَیَنْقَلِبُوْا خَآئِبِیْنَ۔ لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ اَوْ یُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ۔ (آل عمران ع۱۳)

تاکہ کافروں کے ایک گروہ کو کاٹ ڈالے یا ان کو ذلیل کرے وہ نامراد لوٹ جائیں (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپؐ کو اس کام میں دخل دینے کا کچھ اختیار نہیں وہ ان کو توبہ نصیب کرے یا ان کو عذاب کرے کیونکہ وہ ناحق پر ہیں۔

نیز فرمایا:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ (القصص ع)

آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے (کیونکہ ہدایت کا معاملہ اللہ کے اختیار میں ہے) وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ وہ ہدایت یافتہ لوگوں سے خوب باخبر ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی امت پر حقوق

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت پر یہ حق ہے کہ وہ آپؐ کی اطاعت کریں، آپؐ سے محبت کریں اور آپؐ پر کثرت سے صلوٰۃ بھیجیں نہ کہ آپ کی عبادت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں۔ جیسے فرمایا:

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (النساء ع)

جس نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تو اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی۔

نیز ہمیں حکم دیا کہ ہم ان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں۔ جیسے فرمایا:

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (آلِ عمران ع)

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (لوگوں کو) تبلا دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنے کے خواہاں ہو تو میری پیروی کرو (اگر تم میری پیروی کروگے تو) اللہ تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنالے گا۔

اور ہمیں اللہ کا حکم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کریں اور ان کی مدد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب اور سنت رسول میں آپ کے کچھ حقوق ہمارے ذمے بیان کیے۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ ہم آپ سے اس قدر محبت کریں کہ ہماری اپنی جانوں اور اولادوں

سے بھی زیادہ محبوب ہو جائیں۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (الاحزاب ع)

مومنوں کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا یہ حال ہے کہ وہ اپنی جان سے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب سمجھتے ہیں۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (التوبہ ع)

(اے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجیے کہ اگر تمہارے باپ، بیٹے، بھائی بیویاں، خاندان اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور تجارت جس کے خسارہ سے تم ڈرتے ہو اور مکانات جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ، اس کے رسول اور اس کے راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو تم اللہ کے عذاب کے منتظر رہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:۔

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ[1]

مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کے والد، لڑکے اور لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

یہ سن کر حضرت عمرؓ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میری جان کے ماسوا مجھے ہر شے سے زیادہ عزیز ہیں۔

آپؐ نے فرمایا اے عمرؓ ابھی تک تم مسلمان نہیں ہوئے ہو۔

---

[1] مشکوٰۃ جلد اول ص ۱۲ بحوالہ صحیحین۔

پھر حضرت عمرؓ نے فوراً یہ کہا کہ آپؐ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمرؓ! اب تم مسلمان ہوئے[1]
نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ ۔ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ كَانَ يُحِبُّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَرْجِعَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ ۔

جس شخص میں تین باتیں پائی جائیں وہ ایمان کی حلاوت اور لذت پا لیتا ہے۔
۱۔ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ عزیز سمجھتا ہے۔
۲۔ جو کسی سے صرف اللہ کی خوشنودی کی خاطر محبت کرتا ہے۔
۳۔ جو شخص اسلام لانے کے بعد کفر میں جانے کو اتنا برا تصور کرے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو برا تصور کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں کچھ اپنے حقوق بیان کیے جو کسی اور کو زیب نہیں دیتے اسی طرح اپنے رسولوں کے حقوق کی وضاحت فرمائی اور مومنوں کے ایک دوسرے پر حقوق بیان کیے۔ ہم اس کی کسی اور مقام پر تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں۔
مثلاً اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ (النور ع)

جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا ہے تو یہ لوگ کامیاب ہیں۔
نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِينَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللّٰهِ رَاغِبُونَ ۔ (التوبہ ع)

---

[1] صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۸۱

اگر وہ اللہ اور اس کے رسول کے دیے ہوئے پر راضی ہو جاتے اور کہتے کہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کافی ہیں۔ عنقریب ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیں گے (تو ان کے لیے بہت اچھا ہوتا اور) وہ کہتے ہم تو اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

تو دینا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کا کام ہے مگر رغبت اور توجہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہونی چاہیے۔

نیز ارشاد فرمایا:۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا (الحشر ع)

جس امر کا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرمائیں اس کی پابندی کرو اور جس کام سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔

حلال وہ ہے جس کو اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال کیا اور حرام وہ ہے جس پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمت کی مہر لگا دی۔ مگر کفایت کرنے والا صرف اللہ ہے۔ جیسے ارشادِ خداوندی ہے:۔

وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ (التوبۃ ع)

یعنی مومن یہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے۔

یہاں پر یہ نہیں کہا کہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول دونوں کفایت کرنے والے ہیں۔

نیز ارشاد اللہ سبحانہٗ ہے:۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (الانفال)

یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لیے اور جو آپ کے پیروکار مومن ہیں ان کے لیے اللہ کافی ہے۔

اس آیت کے متعلق قطعی طور پر صحیح بات یہی ہے اس لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کلمہ ایک ہی تھا۔ وہ تھا "حسبنا اللہ و نعم الوکیل"۔ اللہ تعالیٰ ہر بات کو خوب جاننے والا ہے اور صحیح فیصلہ کرنے والا ہے۔

و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد و علیٰ آلہ و صحبہ وسلم۔

آٹھواں مسئلہ

سوال: ۔ شیخ الاسلام سے سوال کیا گیا کہ جو لوگ انبیاء اور صلحاء کی قبروں کی زیارت کرتے ہیں جیسے خلیل اللہ کی قبر وغیرہ۔ پھر قبروں پر آکر بوسہ دیتے ہیں اور وہاں قیام کرتے ہیں اور جو شخص وہاں آتا ہے اسے قبروں کے پاس لے جاتے ان قبروں کو بوسہ دینے اور وہاں پر ماتھا رگڑنے کے متعلق ترغیب دیتے ہیں اور خود بھی ایسا کام کرتے ہیں۔ کیا ان امور کا اللہ اور اس کے رسول نے حکم فرمایا ہے یا نہیں؟ کیا ایسا کرنے سے کوئی اجر یا ثواب حاصل ہوتا ہے؟ کیا یہ امور اس دین کا حصہ ہیں جو اللہ نے اپنے رسول مقبول کو دے کر بھیجا تھا یا نہیں؟ اگر یہ دین کی باتیں نہیں تو جو لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ دین ہے اور دین سمجھ کر اسے کرتے ہیں کیا ان کو روکنا ضروری ہے یا نہیں؟ کیا ائمہ اربعہ میں سے کسی نے ان امور کو مستحب قرار دیا یا نہیں؟ کیا صحابہ کرام اور تابعین عظام ایسا کرتے تھے یا نہیں؟ جب اس کا انتظام کرنے والا یا وہ شخص جو یہ کام کرتا ہے یا اس کا حکم دیتا ہے یا کسی وجہ سے اس پر مزدوری مقرر کرتا ہے اور خود وصول کرتا ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور وجہ ہو تو کیا حاکم وقت کو انھیں روکنے سے ثواب ہوگا یا نہیں؟ اگر یہ باز نہ آئیں تو کیا حاکم وقت ایسے شخص کو جو باز نہ آئے اس کے عہدہ سے سبکدوش کر سکتا ہے یا نہیں؟ جو لوگ ایسی کمائی کماتے ہیں کیا وہ کسب طیب ہے یا پلید؟

کیا یہ لوگ اس محنت کے مستحق ہیں یا ان سے لے کر مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ کی جائے۔

کیا مسجد خلیل میں سماع کی خاطر جسے وہ "النوبة الخلیلة" کہتے ہیں، جانا اور وہاں پر سماع کا اہتمام کرنا۔ پھر وہاں اکٹھے ہو کر فقراء وغیرہ کے ساتھ بنسری اور سیٹیاں بجانا جائز ہے یا نہیں؟

جو شخص مقام مذکور پر سیٹیاں بجاتا ہے اور بنسری بجاتا ہے اور وہ وہاں کا مؤذن ہے کیا وہ فاسق ہے یا نہیں؟

اگر وہ باز نہ آئے تو کیا حاکم وقت اسے روک سکتا ہے یا نہیں؟

اگر اسے روکنے کی ہمت نہ ہو تو کیا اس نوبت کو کسی اور مقام پر لے جا سکتے ہیں جہاں پر مکان کی تنگی کی وجہ سے رقص وغیرہ کا اہتمام نہ ہو سکے؟

قبروں کو بوسہ دینا اور چھونا بدعت اور ناجائز ہے

جواب: الحمد للہ رب العالمین۔ اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ دین میں سے کسی نے انبیاء اور صلحا کی قبروں کی کسی شے کو بوسہ دینے یا چھونے کا ہرگز حکم نہیں دیا۔ حتیٰ کہ ہمارے نبی سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اور خلیل اللہ علیہ السلام کی قبر کو بوسہ دینا اور چھونا جائز نہیں۔ بیت المقدس کے پتھر کو بوسہ دینا اور چھونا بھی ممنوع ہے۔ اسی طرح بیت اللہ شریف کے دونوں شامی ارکان کو بوسہ دینا جائز نہیں۔ ہاں البتہ ان کو چھونا جائز ہے۔ کیونکہ اس میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی اتباع ہے اور آپؐ کی سنت ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے رکن یمانی کے ماسوا کسی شے کو نہیں چھوا اور حجر اسود کے ماسوا کسی کو بوسہ نہیں دیا۔ چنانچہ اس مسئلہ میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ دونوں شامی ارکان کو نہ چھوا جائے اور نہ ان کو بوسہ دیا جائے۔ رکن یمانی کے بوسہ میں نزاع ہے۔ اس میں تین مشہور اقوال ہیں۔

۱۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے بوسہ دیا جائے۔

۲۔ بعض کہتے ہیں اسے ہاتھ سے چھوا جائے پھر ہاتھ کو بوسہ دیا جائے۔

۳۔ کچھ علماء کی یہ رائے ہے کہ اسے چھوا جائے مگر بوسہ نہ دیا جائے۔

یہ سب سے آخری قول اقرب الی الصحت ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوا ہے اسے بوسہ نہیں دیا۔ جب اسے ہاتھ سے چھوا ہے تو پھر ہاتھ کو بوسہ نہیں دیا۔ جو امر واجب یا مستحب نہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں کیونکہ اجر و ثواب اعمال صالحہ پر موقوف ہے اور اعمال صالحہ یا واجب ہوں گے یا مستحب۔

جب ان اجسام کی تقبیل اور استلام نہ واجب ہے نہ مستحب تو اس میں ثواب نہیں ہوگا جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ان کی تقبیل اور استلام سے اسے اجر ملے گا اور ثواب ہوگا تو وہ جاہل ہے اور غلطی پر ہے۔ ایسا شخص اس شخص کی مانند ہے جو یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ جب انبیاء اور اولیاء کی قبروں پر سجدہ کیا جائے تو اس کا اجر و ثواب ملتا ہے اور جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ کے ماسوا ان کو پکارا جائے تو اُسکا اجر اور ثواب ملتا ہے اور جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ جب ان کی تصویریں اور مجسمے بنائے جائیں تو اس کا ثواب

ہوگا جیسے نصاریٰ کا عقیدہ ہے۔ پھر ان تصویروں کو پکارتا ہے اور ان کے سامنے سرنگوں ہوتا ہے وغیرہ۔ یہ تمام امور از قبیل بدعات ہیں یہ نہ واجب ہیں اور نہ مستحب بلکہ یہ امور کفر ہیں اور جہالت و ضلالت ہیں۔

یہ امور اس دین کا کوئی حصہ نہیں جسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے۔ تمام علماء کا اس امر پر اتفاق ہے جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ امور دین ہیں اور خود بھی اسے کرتا ہے تو اسے روکنا ضروری ہے۔ ائمہ اربعہ میں کسی نے ان امور پر مستحب ہونے کی مہر ثبت نہیں کی۔ صحابہ کرام اور تابعین میں سے بھی کسی نے ایسے امور پر استحباب کا فتویٰ نہیں دیا ہے۔

قبروں کے مجاوروں کی آمدنی

جو شخص لوگوں کو حکم دے کہ قبروں کے مجاوروں کو نذر و نیاز دی جائے یا رغبت دلائے یا ان کی اعانت کرے خواہ وہ انتظامی امور کا سربراہ کیوں نہ ہو اس کو روکنا ضروری ہے۔ حاکم وقت جب اس کو روکے گا تو اسے اس کا اجر ملے گا۔ اگر حاکم کے کہنے پر بھی باز نہ آئے تو اسے تعزیر لگائی جائے تاکہ وہ اس سے باز آئے اور اسے انتظامی امور سے الگ کر دیا جائے۔ جو شخص لوگوں کو ایسے امور کا حکم دیتا ہے جو دین کا حصہ نہیں اس کے معاملہ میں چشم پوشی اور تسامح سے ہرگز کام نہ لیا جائے۔

وہ آمدنی جو ان کو قبروں پر حاصل ہوتی ہے خبیث اور ناپاک ہے۔ یہ اس آمدنی جیسی ہے جو اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھ کر لی جاتی ہے اور اس قسم کی ہے جو بتوں کے مجاور حاصل کرتے ہیں۔ جو شرک کا حکم دیتے ہیں اور اس پر مزدوری حاصل کرتے ہیں۔ یہ تمام امور جن سے روکا گیا ہے ایسے ہیں جو شرک کا پیش خیمہ اور اس کے اسباب ہیں۔

چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا ۔ رواہ مالک فی الموطا ۔

الٰہی! میری قبر کو بت نہ بنانا جس کی پوجا ہونے لگے۔

نیز آپؐ نے ارشاد فرمایا:۔

لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا وَّ صَلُّوْا عَلَیَّ حَیْثُمَا کُنْتُمْ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ رواہ ابوداؤد۔

میری قبر کو عیدمت بنانا (یعنی عید کی طرح ہر سال قبر پر مت آنا) اور تم جہاں کہیں ہو مجھ پر درود بھیجتے رہنا کیونکہ تمھارا درود مجھے پہنچ جاتا ہے۔

صحیحین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَعَنَ اللّٰہُ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِهِمْ مَسَاجِدَ۔ [۱]

یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا جو یہود و نصاریٰ کرتے تھے اس سے اپنی امت کو ڈرایا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اگر اس بات کا خدشہ نہ ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک باہر بنائی جاتی۔ لیکن آپ نے خدشہ محسوس کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری قبر سجدہ گاہ بن جائے۔

ایک صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رحلت سے پانچ روز قبل ارشاد فرمایا:

اِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَاِنِّیْ اَنْهَاکُمْ عَنْ ذٰلِكَ [۲]

تم سے پہلے لوگ (یہود و نصاریٰ) قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے خبردار تم قبروں کو سجدہ گاہ مت بنانا۔ میں تم کو ایسا کام کرنے سے منع کرتا ہوں۔

مسند اور صحیح ابو حاتم میں مذکور ہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِکُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ اَحْیَاءٌ وَالَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ۔ [۳]

سب سے برے لوگ وہ ہوں گے جو قیامت برپا ہونے کے وقت زندہ ہوں گے اور وہ لوگ جو قبروں کو مسجد کی حیثیت دیتے ہیں۔

---

[۱] صحیح بخاری جلد اول ص ۱۸۶۔ [۲] صحیح بخاری صحیح مسلم [۳] مسند احمد

اس سلسلہ میں احادیث اور آثار کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

اس لیے صحابہ کرام حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی قبر یا کسی اور ولی اللہ کی قبر کا سفر نہیں کرتے تھے۔ انھوں نے طورِ سیناء کی زیارت کی غرض سے بھی ہرگز سفر نہیں کیا حالانکہ وہ ایک مبارک مقام ہے۔ اسی طرح وادی مقدس، جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں ذکر فرمایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہاں پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف حاصل کیا۔ کا سفر کسی صحابی نے نہیں کیا۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے آپ کی زندگی میں اور آپ کی رحلت کے بعد غارِ حرا کی زیارت کے لیے سفر نہیں کیا۔ یہ وہ غار ہے جس میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلی وحی نازل ہوئی۔ وہ مکہ معظمہ میں سوائے مشاعرِ حج کے کسی اور مقام کی زیارت کے لیے سفر نہیں کرتے تھے۔ مشاعرِ حج جیسے مسجد الحرام منیٰ، مزدلفہ اور عرفات۔ ان کی زیارت بھی صرف موسم حج میں کرتے تھے۔ حج کے موسم میں کوئی صحابی کسی نبی کی قبر کے پاس جا کر دعا کرنے کا قصد نہیں کرتا تھا۔ حتیٰ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی قبر وغیرہ پر دعا کے لیے نہیں جاتا تھا۔

اس لیے ائمہ کرام خصوصاً امام مالکؒ نے کہا ہے کہ کسی قبر پر جا کر دعا کرنا خواہ ولی کی ہو یا نبی کی، بدعت ہے حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر آکر دعا کرنا جائز نہیں۔ بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت کا شرف حاصل کرے تو آپ پر سلام کہے اور درود پڑھے۔

چنانچہ مؤطا میں امام مالک نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر کی زیارت کرتے تو درود پڑھتے اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ پر بھی درود بھیجتے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ وہ یوں سلام پڑھتے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَا بَكْرٍ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَتِ[1]

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلام ہو، اے ابوبکرؓ آپ پر سلام ہو

[1] مؤطا امام مالک رحؒ۔

اے ابا جان آپ کی خدمت میں بھی سلام عرض کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر قبر مبارک سے واپس چلے جاتے۔

تو جو شخص خبیث اور حرام مال حاصل کرتا ہے جیسے لوگوں کو بدعت کا حکم دیتا ہے اور اس پر اجرت لیتا ہے، تو وہ اس کا مالک متصور نہیں ہوتا۔ جب یہ مال جو اس نے لوگوں سے اکٹھا کیا ہے اس کے صحیح مالک کو واپس کرنا ناممکن ہو جائے تو حاکم وقت کو چاہیے کہ اس سے وہ مال وصول کرے کیونکہ یہ مال اس کا نہیں اس نے لوگوں سے باطل طریقے پر یہ مال حاصل کیا ہے اور اللہ کے راستہ سے روکا ہے۔ اس سے لے کر مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ کیا جائے جن کو اللہ اور اس کے رسول دوست رکھتے ہیں الغرض جو مال شیطان کی تابعداری میں خرچ کیا گیا ہے وہ لیا جائے اور اسے طاعت رحمان پر خرچ کیا جائے۔

نوبۃ الخلیل

رہی سماع کی بات جس کو نوبت الخلیل کے نام سے موسوم کرتے ہیں تو یہ بدعت ہے اور باطل ہے۔ اس کا کتاب وسنت سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے ایسا کوئی کام نہیں کیا۔ اسی طرح صحابہ کرام نے جب انھوں نے دور دراز ممالک کو فتح کیا تو انھوں نے قبر خلیل اللہ کے پاس آکر کچھ نہیں کیا۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین میں سے کسی نے ایسا کام نہیں کیا۔ دراصل بات یہ ہے کہ یہ امور نصاریٰ کے پیدا کردہ ہیں کیونکہ انھوں نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی قبر کے حجرہ میں نقب زنی کی تھی۔ بعد ازاں اسے بند کر دیا گیا تاکہ اس میں کوئی داخل نہ ہو۔ یا پھر مسلمانوں میں طبقہ جہال کی ایجاد کردہ ہے۔ تو کسی کے لیے یہ بات ہرگز جائز نہیں کہ وہاں پر رقص وسرود اور دیگر ایسے غیر شرعی امور کا اہتمام کرے بلکہ ایسے امور سے روکنا ضروری ہے اور جو شخص وہاں جانے پر اصرار کرے تو اگر وہ مؤذن وغیرہ ہو تو اس کی عدالت میں قدح کی جائے یعنی اگر وہ کوئی روایت بیان کرے تو اس پر اعتماد نہ کیا جائے۔

(جاری ہے)